انفرادی اصلاح سے اجتماعی نفاذ تک: اسلامی ریاست کا عقلی و شرعی جواز

سید محمد یونس قادری

smyounus121@gmail.com

زمانۂ جاہلیت کو عموماً ظلم اور سخت رویّوں کا دور کہا جاتا ہے، اور بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا (وَأْدُ الْبَنَاتِ) اس دور کی نہایت قبیح اور ظلمِ عظیم پر مبنی رسم تھی۔ تاہم اسی معاشرے میں کچھ نیک فطرت افراد بھی موجود تھے جو اس ظلم کی مخالفت کرتے تھے۔ مثلاً صعصعہ بن ناجیہ رضی اللہ عنہ (آپ بعد میں اسلام لے آئے تھے)[۱] جیسے لوگ اپنی ذاتی کوشش سے بچیوں کو بچاتے تھے۔ لیکن یہ کوششیں انفرادی سطح تک محدود تھیں - نہ کوئی قانون تھا، نہ اجتماعی نظام جو اس برائی کو مکمل طور پر ختم کر سکتا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں محمد ﷺ کی بعثت ایک ہمہ گیر انقلاب لے کر آتی ہے۔ اسلام نے نہ صرف اس عمل کو واضح طور پر حرام قرار دیا بلکہ انسانی جان کی حرمت کو ایک بنیادی اصول بنا دیا۔

قرآن مجید میں ظلم کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ (٨) بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ (٩)

”اور جب (زندہ دفن کی گئی) لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی؟“

تشير الآية إلى "الوأد"، وهي عادة جاهلية بشعة حيث كان بعض العرب يدفنون بناتهم أحياءً خوفاً من العار أو الفقر. يوم القيامة، تُسأل هذه الطفلة البريئة: بأي ذنب قُتِلت؟ ليكون في هذا السؤال توبيخاً شديداً وتقريعاً لقاتلها [۲]

”آیت میں الوَأد (زندہ در گور کرنے) کی طرف اشارہ ہے، جو زمانۂ جاہلیت کی ایک مذموم رسم تھی جہاں کچھ عرب اپنی بیٹیوں کو رسوائی یا غربت کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے۔ قیامت کے دن، اس معصوم بچی سے پوچھا جائے گا: اسے کس گناہ کے بدلے قتل کیا گیا؟ تاکہ یہ سوال اس کے قاتل کے لیے شدید ملامت اور توبیخ کا باعث بنے۔“

اس طرح اسلام نے ایک مستقل اجتماعی اصول بھی دیا:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (آل عمران: ۱۰۴)

أي: وليكن منكم أيها المؤمنون الذين مَنَّ الله عليهم بالإيمان والاعتصام بحبله { أمة }- أي: جماعة { يدعون إلى الخير } وهو اسم جامع لكل ما يقرب إلى الله ويبعد من سخطه { ويأمرون بالمعروف } وهو ما عرف بالعقل والشرع حسنه { وينهون عن المنكر } وهو ما عرف بالشرع والعقل قبحه، وهذا إرشاد من الله للمؤمنين أن يكون منهم جماعة متصدية للدعوة إلى سبيله وإرشاد الخلق إلى دينه، ويدخل في ذلك العلماء المعلمون للدين، والوعاظ الذين يدعون أهل الأديان إلى الدخول في دين الإسلام، ويدعون المنحرفين إلى الاستقامة، والمجاهدون في سبيل الله، والمتصدون لتفقد أحوال الناس وإلزامهم بالشرع كالصلوات الخمس والزكاة والصوم والحج وغير ذلك من شرائع الإسلام، وكتفقد المكاييل والموازين وتفقد أهل الأسواق ومنعهم من الغش والمعاملات الباطلة، وكل هذه الأمور من فروض الكفايات كما تدل عليه الآية

الكريمة في قوله { ولتكن منكم أمة } إلخ- أي: لتكن منكم جماعة يحصل المقصود بهم في هذه الأشياء المذكورة، ومن المعلوم المتقرر أن الأمر بالشيء أمر به وبما لا يتم إلا به فكل ما تتوقف هذه الأشياء عليه فهو مأمور به، كالاستعداد للجهاد بأنواع العدد التي يحصل بها نكاية الأعداء وعز الإسلام، وتعلم العلم الذي يحصل به الدعوة إلى الخير وسائلها ومقاصدها، وبناء المدارس للإرشاد والعلم، ومساعدة النواب ومعاونتهم على تنفيذ الشرع في الناس بالقول والفعل والمال، وغير ذلك مما تتوقف هذه الأمور عليه، وهذه الطائفة المستعدة للدعوة إلى الخير والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر هم خواص المؤمنين، ولهذا قال تعالى عنهم: {وأولئك هم المفلحون} الفائزون بالمطلوب، الناجون من المرهوب (السعدي)

یعنی: اے ایمان والو! تم میں سے جن پر اللہ نے ایمان لانے اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا احسان فرمایا ہے، ایک {امت} یعنی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو {يدعون إلى الخير} (لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے)۔ اور "خیر" ایک ایسا جامع لفظ ہے جو ہر اس عمل کا احاطہ کرتا ہے جو اللہ کے قرب کا باعث بنے اور اس کی ناراضی سے دور کرے۔ {و يأمرون بالمعروف} (اور وہ بھلائی کا حکم دیں)؛ معروف سے مراد وہ کام ہے جس کا اچھا ہونا عقل یا شریعت یا دونوں سے ثابت ہو۔ {وينهون عن المنكر} (اور برائی سے روکیں)؛ اور منکر سے مراد وہ کام ہے جس کا برا ہونا شریعت یا عقل یا دونوں سے واضح ہو۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کے لیے ایک رہنما ہدایت ہے کہ ان میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو اللہ کی راہ کی طرف دعوت دینے اور مخلوقِ خدا کو اس کے دین کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے خود کو وقف کرے۔ اس دائرہ کار میں وہ علماءِ کرام بھی شامل

ہیں جو دین کی تعلیم دیتے ہیں، اور وہ وعظ کرنے والے (مبلغین) بھی جو دوسرے ادیان کے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور گمراہوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز اس میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، اور لوگوں کے احوال کی نگرانی کرنے اور انہیں شرعی احکام (جیسے کہ پانچ وقت کی نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور دیگر شعائرِ اسلام) کا پابند بنانے والے لوگ بھی شامل ہیں۔ اسی طرح (اس جماعت کے فرائض میں) ناپ تول کے پیمانوں کی نگرانی کرنا، بازار والوں کے احوال کا جائزہ لینا، اور انہیں دھوکہ دہی اور باطل (ناجائز) معاملات سے روکنا بھی داخل ہے۔

یہ تمام امور "فروضِ کفایہ" (Collective Obligations) میں سے ہیں جیسا کہ اس آیتِ کریمہ کے الفاظ {ولتكن منكم أمة} (اور تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے...) سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جس کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد حاصل ہو سکیں۔ اور یہ ایک طے شدہ اور معروف قاعدہ ہے کہ کسی چیز کا حکم دینا، دراصل ان تمام امور کا بھی حکم دینا ہوتا ہے جن کے بغیر وہ چیز حاصل / مکمل نہیں ہو سکتی (مقدمۂ واجب)[۳]۔ چنانچہ وہ تمام وسائل جن پر ان امور کا دارومدار ہے، وہ بھی مامور بہ (اس حکم کے تحت) ہیں۔ مثلاً:

- جہاد کے لیے ایسے تمام جنگی سازوسامان اور وسائل کی تیاری جس سے دشمن پر ہیبت طاری ہو اور اسلام کا وقار قائم ہو۔
- ایسے علوم کا حاصل کرنا جن کے ذریعے خیر کی طرف دعوت دینے کے وسائل اور مقاصد کو سمجھا جا سکے۔
- علم اور رہنمائی کے لیے مدارس و جامعات کا قائم کرنا۔
- حکام اور ذمہ داروں کی مدد و معاونت کرنا تاکہ وہ قول، فعل اور مال کے ذریعے لوگوں میں شریعت کا نفاذ کر سکیں، اور دیگر تمام امور جن پر ان فرائض کی ادائیگی موقوف ہے۔

اور یہی وہ گروہ ہے جو خیر کی دعوت دینے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے تیار رہتا ہے، اور یہی مومنین کے خواص (خاص لوگ) ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: {وأولئك هم المفلحون} یعنی یہی لوگ اپنی مطلوبہ مراد کو پانے والے اور ہر خوفناک انجام سے نجات پانے والے ہیں (تفسیر سعدی)

یہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اصول ہے جو اسلام کو محض انفرادی اخلاقیات سے اٹھا کر ایک اجتماعی و نظاماتی ذمہ داری میں بدل دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ان تعلیمات کو ایک منظم اجتماعی نظام کے ذریعے نافذ کیا۔ مدینہ کی اسلامی ریاست میں یہ برائی نہ صرف روکی گئی بلکہ جڑ سے ختم کر دی گئی۔ یوں جو کام پہلے چند افراد کی نیکی تک محدود تھا، وہ پورے معاشرے کا اجتماعی قانون بن گیا۔

یہی اسلامی اقتدار کی اصل اہمیت ہے: وہ نیکی کو صرف ذاتی عمل نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے قانون، معاشرت اور اجتماعی رویہ بنا دیتا ہے، اور برائی کو صرف برا کہنے پر نہیں چھوڑتا بلکہ اسے ختم کرنے کے لیے واضح احکامات دیتا ہے، قانون سازی کرتا ہے اور ان قوانین کا عملی نفاذ کرتا ہے۔

لہٰذا تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ انفرادی اصلاح اپنی جگہ ضروری ہے، مگر جب تک اسے ایک منظم اور عادل اسلامی ریاست کی پشت پناہی حاصل نہ ہو، وہ معاشرے میں مکمل تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ اسلام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول کے ذریعے یہی کام کیا۔ انفرادی نیکی کو اجتماعی قوت بنا کر ایک ظالمانہ رسم کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

نوٹس و حوالہ جات

۱۔عورت کا مقام و حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں از ابو عکاشہ مفتی ثناء اللہ خان ڈیروی

Aurat ka maqam o huqooq quran o sunnat ki roshni main - Jamia Farooqia, Karachi https://share.google/DdyYMkw7mXeXzAp1B

ایضاً۔إسلام ويب - المعجم الكبير - باب الصاد - من اسمه صعصعة - صعصعة بن ناجية- الجزء رقم۸

https://share.google/aS8Dg5bQoS7lgInvi

۲-ازqran.comباختصار

۳-"ما لا يتم الواجب إلا به، فهو واجب، فقد قرر الأصوليون أن ما لا يتم الواجب إلا بفعله، ففعله واجب"

"جس چیز کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہو سکے، وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے"۔(بحوالہ اسلام ویب)